”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ اور ایک لامذہب کے شبہات

مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

حضرت الاستاذ متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی تالیف ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ اپنے موضوع پر احادیث و آثار کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے جس میں حضرات احناف کثر اللہ سوادہم کے طریقہ نماز کو مثبت انداز میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ فرقہ لامذہبیہ [غیر مقلدین] پر مَنوں اَوس پڑ گئی جو احناف کی نماز کو غیر ثابت قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ بحمد اللہ حضرت الاستاذ حفظہ اللہ کی اس کتاب نے اس جھوٹے پروپیگنڈے کو یکسر ختم کر دیا۔

لامذہبوں کا پروپیگنڈہ تو بے جان ہو ہی چکا تھا لیکن مشہور مثل ”رسی جل گئی پر بل نہ گیا“ کے مصداق ایک غیر مقلد نصیر احمد سلفی(؟) نے ایک چار ورقی تحریر لکھ ماری۔ موصوف نے ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ کے ایک عنوان ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا“ [ص52] پر جس میں مردوں کے ہاتھ باندھنے کے طریقہ پر دلائل ذکر کیے گئے تھے، بڑی لے دے کی؛ ان دلائل پر بودے شبہات وارد کیے اور اس پر طرہ یہ کہ ضعیف ”دلائل“ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ”سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے“

چونکہ اس تحریر میں کیے گئے شبہات وہی ہیں جو عام طور پر غیر مقلدین پیش کرتے رہتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ اس تحریر کا جواب دیا جائے تاکہ ہمارے سنی حنفی بھائیوں کو ان شبہات کی حقیقت معلوم ہو اور غیر مقلدین کی ”دیانت“ بھی واضح

ہو جائے۔ساتھ ساتھ ان کے مزعومہ ”دلائل“کا بھی تانابانا ایک کیا جاسکے۔

ہم پہلے ”نماز اہل السنۃ والجماعۃ“ سے دلائل ذکر کریں گے اس کے بعد نصیر صاحب کے شبہات کی حقیقت۔۔۔وما توفیقی الا باللہ

دلیل نمبر1:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

[مصنف ابن ابی شیبۃ ج3 ص322،321، وضع الیمین علی الشمال،رقم الحدیث 3959]

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

شبہ نمبر1: نصیر سلفی صاحب لکھتے ہیں:”تحت السرۃ کے الفاظ قاسم بن قطلوبغا حنفی(802-879)نے اپنی طرف سے بڑھائے ہیں----امام محدث البقاعی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: کذابا یضع الحدیث۔(الضوء اللامع)“

جواب:

اولاً۔۔۔سلفی صاحب غیر مقلد نے بلا دلیل امام قاسم بن قطلوبغا پر الفاظ بڑھانے کی تہمت لگائی ہے حالانکہ یہ الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں موجود ہیں[تفصیل آگے آرہی ہے]اللہ تعالیٰ بہتان تراشوں کے شرور سے امت کو محفوظ فرمائے آمین۔

ثانیاً۔۔۔ہم حیران ہیں اتنے عظیم محدث وفقیہ پر یہ مردود جرح موصوف غیر مقلد

نے کہیں حالت سکر میں تو نہیں نقل کی۔اس لیے کہ خود اسی جرح سے پہلے لکھا ہے:

وبالغ فی اذیته فانه قال---

(الضوء اللامع: ج6ص186)

ترجمہ: بقاعی امام قاسم بن قطلوبغا کو اذیت دینے میں حد سے تجاوز کر گئے اور یہ بات کہہ ڈالی کہ یہ کذاب ہے---

اس سے صاف معلوم ہوا کہ محدث بقاعی کی یہ بات محض اذیت اور تکلیف دینے کے ارادے سے ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔خود علامہ سخاوی کا طرزِ بیان بھی بتا رہا ہے کہ یہ جرح خود ان کے نزدیک بھی مردود و باطل ہے۔نیز اسی محدث بقاعی کی عادت کے متعلق اسی کتب میں ایک مقام پر لکھا ہے:

وقد بالغ البقاعی فی أذاه--- جریا علی عادته

[الضوء اللامع: ج1ص9]

ترجمہ: بقاعی نے ان [ابراہیم بن احمد الحسینی] کو اذیت دینے میں حدود سے تجاوز کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

ایک اور مقام پر ہے:

وقد بالغ البقاعی فی الحط علیه [یحییٰ بن محمد الاقصرائی] وعلی ولده وأتی بأکاذیب جریا علی عادته

[الضوء اللامع: ج10ص 243]

ترجمہ: محدث بقاعی امام یحییٰ بن محمد الاقصرائی اور ان کے بیٹے کی اہانت کرنے میں حدود پھلانگ گئے ہیں اور حسبِ عادت ان کے خلاف جھوٹ کا طوفان برپا کیا ہے۔

جس شخص کا یہ عالم ہو اس کی جرح نقل کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے، امام قاسم بن قطلوبغا بلاشبہ عظیم محدث، بلند پایہ فقیہ اور ثقہ امام تھے۔

ان کی توثیق وتعدیل حاضر خدمت ہے:

"الشیخ،العالم،الذکی[فہم و فراست کے مالک]،الامام، العلامة،المحدث، الفقیہ، وبرع فی فنون من فقه وعربية وحديث وغيره ذالك [اسلامی فنون مثلاً فقہ، عربیت، حدیث وغیرہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی]

واشیر الیه بالعلم واذن له غیر واحد بالافتاء والتدريس[علوم اسلامیہ کا مرجع تھے، کئی ایک مشائخ نے آپ کو افتاء وتدریس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی]

عالم بفقه الحنفية، مورخ[تاریخ دان]،باحث،قال السخاوی فی وصفه: امام، علامة، طلق اللسان قادر علی المناظرة [امام سخاوی نے آپ کی تعریف میں فرمایا: آپ امام اور علامہ تھے، شستہ زبان کے مالک اور باطل کے خلاف مناظرہ پر عبور رکھتے تھے]

الحافظ،العلامه،المفنن،اثنی علیه مشائخه[آپ کے اساتذہ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے]وصنف التصانیف المفيدة[آپ نے بڑی مفید کتب تصنیف فرمائی ہیں]

فھو من حسنات الدھر رحمه الله[آپ زمانے کے محاسن میں سے تھے]

(الضوء اللامع:ج6ص184تا189،الاعلام للزرکلی ج5ص480،ذیول تذکرة الحافظ لابی محاسن الدمشقی ج5ص43،شذرات الذہب للعکری ج7ص32)

محدثین وائمہ جرح وتعدیل کی ان تصریحات کے مقابلے میں سلفی صاحب کا اتنے بڑے امام کو کذاب ثابت کرنا خود موصوف کے کذاب ہونے کی دلیل ہے۔

ثالثاً۔۔۔رہا موصوف کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں تحت السرة کے الفاظ قاسم بن قطلوبغا نے اپنی طرف سے نقل کیے ہیں، یہ جناب کی خوش فہمی ہے۔ امام قاسم بن قطلوبغا کی وفات 879ھ میں ہوئی۔ شیخ محمد مرتضی الزبیدی کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ

موجود تھا اس پر نقلِ نسخہ (کہ جس سن میں اس نسخہ کو کسی دوسرے نسخہ سے دیکھ کر لکھا گیا تھا) کی تاریخ 741ھ لکھی ہے۔

(حاشية مصنف ابن ابی شيبة ج3ص320)

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا کی وفات سے 138 سال قبل ان الفاظ کا وجود مصنف کے نسخے میں ہے، پھر کیسے امام قاسم رحمہ اللہ پر الزام درست ہے کہ انہوں نے الفاظ بڑھائے ہیں؟!

شبہ نمبر2:

سلفی صاحب نے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کے حوالے سے لکھا: ”اس روایت میں تحت السرۃ کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں--- علامہ نیموی نے آثار السنن میں مصنف کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے کہ ان میں یہ زیادتی مذکور ہے“۔

پھر اس پر موصوف نے یہ تبصرہ کیا: ”ہم کہتے کہ نیموی حنفی کی بات صحیح نہیں، مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں یہ زیادتی مذکور نہیں“

جواب: سلفی صاحب نے شیخ الاسلام حفظہ اللہ کی عبارت نقل کی جو خود موصوف کے گلے پڑ رہی ہے کیونکہ:

۱: خود شیخ الاسلام حفظہ اللہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں (درس ترمذی ج2ص32)

۲: شیخ الاسلام حفظہ اللہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی آثار السنن میں مصنف کے متعدد نسخوں میں ”تحت السرۃ“ کی زیادتی کا ذکر کرتے ہیں اور اس پر یقین بھی کرتے ہیں لیکن مؤلف نے اسے بھی رد کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ خود مطمئن نہ تھے تو یہ

عبارت پیش کس لیے کر رہے ہیں؟

رہا مؤلف کا حضرت شیخ الاسلام حفظہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ مصنف کے مطبوعہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ملے تو عرض ہے کہ درج ذیل مطبوع / مخطوط نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ اگر ایک شخصیت کو الفاظ نہ مل سکیں تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا ہے کہ ان الفاظ کا انکار کر دیا جائے۔ شیخ الاسلام حفظہ اللہ نے تو ایمانداری کا ثبوت دیا کہ مجھے یہ الفاظ نہیں مل سکے لیکن جناب نے ان کے فرمان کو اپنے دجل کی دلیل بنالیا۔

ملاحظہ ہوں وہ نسخے جن میں یہ الفاظ ہیں:

1: نسخہ امام قاسم بن قطلوبغا الحنفی (درہم الصرہ ص82)

2: نسخہ شیخ محمد اکرم نصرپوری (درہم الصرہ ص82)

3: نسخہ شیخ عبد القادر مفتی مکہ مکرمہ (درہم الصرہ ص82)

4: نسخہ شیخ عابد سندھی: اس کا عکس مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ ج3 میں موجود ہے۔

5: نسخہ قبہ محمودیہ (در الغرۃ ص24 بحوالہ تجلیات ج4ص4)

6: امام محمد ہاشم سندھی فرماتے ہیں: منها لفظة "تحت السرة" وقد وجدت هي في ثلاث نسخ من مصنف ابی بکر بن ابی شیبة (ترصیع الدرۃ ص4 ومصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ)

ترجمہ: ان میں ایک لفظ "تحت السرۃ" ہے، میں نے خود یہ لفظ مصنف ابن ابی شیبہ کے تین نسخوں میں پایا ہے۔

7: شیخ محمد عوامہ کی زیر نگرانی مدینہ منورہ سے 26 جلدوں میں طبع ہونے والی مصنف

ابن ابی شیبہ میں "تحت السرۃ" کے الفاظ موجود ہیں۔(ج3ص320 تا 322)

8:نسخہ شیخ محمد مرتضیٰ الزبیدی: اس کا عکس ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق عوامہ ج3

9:نسخہ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ فیصل آباد:(ج1ص427رقم6باب وضع الیمین علی الشمال)

لہذا موصوف کا شبہ باطل ہے۔

دلیل نمبر2: عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلٰوةِ وَضْعَ الْاَکُفِّ عَلَی الْاَکُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

[الاحادیث المختارہ للمقدسی ج2 ص387 رقم الحدیث 771،
مصنف ابن ابی شیبۃ ج 3ص324 ،وضع الیمین علی الشمال، رقم الحدیث 3966]

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے (دائیں) ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

شبہ نمبر1: سلفی صاحب نے لکھا:"اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی راوی ہے"

پھر چند محدثین سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا جن میں حافظ ابن حجر، امام زیلعی وغیرہ شامل ہیں۔

جواب نمبر1:

حدیث کی تضعیف و تصحیح صرف سند کی تصحیح وتضعیف پر موقوف نہیں بلکہ محدثین کا اصول ہے کہ اگر کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرلے وہ حدیث صحیح شمار ہوتی ہے:

1: علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحاً له۔

(التحریر لابن الهمام بحوالہ رد المحتار: ج7 ص83)

ترجمہ: مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔

2: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقد احتج بهذا الحديث احمد وابن المنذر وفي جزمهما بذالك دليل على صحته عندهما۔ (التلخيص الحبير لابن حجر، ج: 2،ص:143 تحت رقم الحديث 807)

ترجمہ: اس حدیث سے امام احمد اور امام ابن المنذر رحمہا اللہ نے احتجاج کیا ہے [یعنی اسے دلیل بنایا ہے] اوران دونوں کا اس حدیث سے احتجاج پر جزم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

3: محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فی جزم کل مجتهد بحديث دليل على صحته عندهٗ (قواعد فی علوم الحدیث ،ص:58)

ترجمہ: ہر مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا دلیل ہے کہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہے۔

اس اصول کے تحت درج ذیل ائمہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو دلیل ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

1: امام اسحاق بن راہویہ م 238ھ (الاوسط لابن المنذر ج3ص94)

2: امام احمد بن حنبل م 241ھ (مسائل احمد برواية ابی داؤد ص31)

3: امام ابو جعفر الطحاوی م 321ھ (احکام القرآن للطحاوی ج1ص187)

4: امام ابو بکر الجصاص الرازی م 370ھ (احکام القرآن ج3ص476)

5: امام ابوالحسین القدوری م428ھ (التجرید للقدوری ج1ص479)

6: امام ابو بکر السرخسی م490ھ (المبسوط للسرخسی ج1ص24)

7: امام ابو بکر الکاسانی م578ھ (بدائع الصنائع ج1ص469)

8: امام المرغینانی م593ھ (الہدایہ ج1ص86)

9: علامہ ضیاء الدین المقدسی م643ھ (الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

10: امام ابو محمد المنبجی م686ھ (اللباب فی الجمع بین السنۃ و الکتاب: ج1 ص247)

11: علامہ ابن القیم م751ھ (بدائع الفوائد: ج3 ص73)

جواب نمبر2: غیر مقلد مولوی علی زئی صاحب لکھتے ہیں: روایت کی تصحیح و تحسین اس کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (مقدمہ جزء رفع یدین :ص14 مترجم)

ہم ان محدثین و مؤلفین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ان احادیث کو صحیح یا حسن کہا ہے جن میں راوی مذکور عبدالرحمن بن اسحاق ہے، تو مذکورہ قاعدہ کی رو سے یہ اس راوی کی توثیق ہوگی۔

امام ترمذی: حسن (ترمذی رقم3563)

1: امام حاکم: صحیح الاسناد (مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر)

2: امام ذہبی: صحیح الاسناد (مستدرک حاکم رقم1973کتاب الدعاء والتکبیر)

3: امام ضیاء الدین مقدسی: (الاحادیث المختارہ ج3ص387،386)

تنبیہ: علی زئی صاحب کے نزدیک ضیاء مقدسی کا کسی حدیث کی تخریج کرنا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ (تعداد رکعت قیام رمضان ص23)

4: ناصر الدین البانی غیر مقلد: حسن(ترمذی رقم3563، باحکام الالبانی)

جواب نمبر 3: سلفی صاحب نے امام عبد الرحمٰن بن اسحاق پر جرح تو نقل کر دی لیکن جن محدثین نے ان کی تعدیل و توثیق کی ہے ان کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا، یقیناً اس میں موصوف کی عافیت تھی ورنہ بھانڈا پھوٹ جاتا۔ تعدیل یہ ہے:

1: امام احمد بن حنبل: صالح الحدیث(مسائل احمد بروایۃ ابی داؤد ص31)

یاد رہے کہ "صالح الحدیث" الفاظِ تعدیل میں شمار کیا گیا ہے(قواعد فی علوم الحدیث ص249)

2: امام عجلی: ثقات میں شمار کیا ہے۔(معرفۃ الثقات ج2ص72)

3: امام ترمذی: اس کی حدیث کو حسن کہا۔(ترمذی رقم3563)

4: امام مقدسی: اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔(الاحادیث المختارہ ج3ص387، 386)

5: امام بزار: صالح الحدیث(مسند بزار تحت حدیث رقم696)

6: محدث عثمانی: اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔(اعلاء السنن ج2ص193)

یاد رہے کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس راوی پر جرح بھی ہو اور محدثین نے اس کی تعدیل و توثیق بھی کی ہو تو اس کی حدیث "حسن" درجہ کی ہوتی ہے۔(قواعد فی علوم الحدیث: ص75)

تو اصولی طور پر یہ راوی حسن الحدیث درجے کا ہے، ضعیف نہیں۔ لہذا یہ روایت صحیح و حجت ہے، اعتراض باطل ہے۔

شبہ نمبر 2: اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔

جواب: یہ خیر القرون کے راوی ہیں اور خیر القرون کی جہالت عند الحنفیہ صحت حدیث

کو مضر نہیں۔(ترصیع الدرة علی درہم الصرة ص81،قواعد فی علوم الحدیث ص280)

نیز زیاد بن زید کا ایک متابع نعمان بن سعد موجود ہے۔

(سنن الدار قطنی رقم1113،بذل المجہود ج2ص23باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوۃ)

لہذا روایت قابلِ استدلال ہے اور حجت ہے۔و الحمد للہ

دلیل نمبر 3: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاْخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ۔

[الجوہر النقی علی البیہقی ج2 ص32]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔

1: روزہ جلدی افطار کرنا۔

2: سحری دیر سے کھانا۔

3: نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر ناف کے نیچے رکھنا۔

شبہ: سلفی صاحب نے اس روایت کے ایک راوی سعید بن زَرْبی پر جرح نقل کی ہے اور آخر میں یہ کہا ہے: ”ایسے ضعیف راوی کی روایت وہی پیش کر سکتا ہے جو خود اس کی طرح ضعیف ہو گا۔“

جواب:

اولاً--- سعید بن زَرْبی پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے لیکن شاہد اور مؤیدات کی بناء پر یہ روایت صحیح شمار ہو گی۔

شاہد: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِیَاءِ- صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُہُ

عَلَيۡهِمۡ - تَعۡجِيۡلُ الۡاِفۡطَارِ وَ تَاۡخِيۡرُ السُّحُوۡرِ وَوَضۡعُ الۡكَفِّ عَلَى الۡكَفِّ تَحۡتَ السُّرَّةِ۔
(مسند زید بن علی ص:204 ،205،باب الافطار)

ثانیاً--- اس روایت کی معنوی تائید حدیثِ علی رضی اللہ عنہ اور حدیثِ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔[مصنف ابن ابی شیبۃ،باب وضع الیمین علی الشمال،رقم الحدیث 3966،رقم الحدیث 3959]

ثالثاً--- جامع الترمذی کی ایک روایت کو ناصر الدین البانی صاحب غیر مقلد نے صحیح قرار دیاہے اور اس میں یہی سعید بن زربی موجود ہے(دیکھیے جامع الترمذی باحکام الالبانی: رقم3544، باب خلق اللہ مائۃ رحمۃ، مکتبہ شاملہ)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مؤیدات اور شاہد کی بناء پر صحیح ہے، وللہ الحمد

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کا جائزہ:

نصیر سلفی صاحب نے تین "دلیلیں" ذکر کی ہیں، ہر ایک کا حال پیش خدمت ہے۔

دلیل 1: سیدنا ہلب طائی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔(مسند احمد)

جواب: اس کی سند میں ایک راوی سماك بن هرب ہے جس پر ائمہ جرح وتعدیل نے سخت کلام کیاہے۔

1: امام سفیان: یہ ضعیف ہے۔

2: امام شعبۃ: اس کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

3: امام احمد: سماک مضطرب الحدیث ہے۔

4: امام صالح: یضعف [اس کو ضعیف قرار دیتے تھے]

5: امام نسائی: اذا انفرد باصل لم یکن بحجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن۔

[جب منفرد ہو تو بالکل قابلِ قبول نہیں کیونکہ اسے تلقین کی جاتی تھی اور یہ قبول کر لیتا تھا]

6: امام ابن عمار: یقولون انه کان یغلط [محدثین کا فیصلہ ہے کہ یہ غلطیوں کا شکار تھا]

7: امام ابن المبارک: ضعیف فی الحدیث۔ [حدیث میں ضعیف ہے]

8: امام ابن خراش: فی حدیثه لین۔ [اس کی حدیث میں گڑبڑ ہے]

9: امام ابن حبان: یخطئ کثیراً [بہت خطاکار تھا]

10: امام ذہبی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

11: امام ابن عدی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

12: امام ابن جوزی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

13: امام عقیلی: اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب: ج3ص67-68، میزان الاعتدال ج2ص216، المغنی للذہبی ج1ص448، الکامل لابن عدی ج4ص641، کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ج2ص26، کتا ب الضعفاء الکبیر للبیہقی ج2ص178)

14: امام ابو القاسم الکعبی م319ھ نے سماک کو "باب فیه ذکر من رموه بانه من اهل البدع واصحاب الاهواء" [ان لوگوں کا بیان جنھیں محدثین نے اہل بدعت اور خواہش پرست کہا ہے] کے تحت ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے قبول الاخبار ومعرفۃ الرجال ج2ص381-390)

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ سماك بن حرب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

اس میں دوسرا راوی قبیصه بن هلب ہے یہ عند الائمہ مجہول ہے:

امام ابن المدینی اور امام نسائی فرماتے ہیں: مجهول۔ [یہ مجہول ہے]

(تہذیب التہذیب ج5ص326، 325)

پس یہ روایت سماک بن حرب کے شدید ضعف اور قبیصہ کی جہالت کی وجہ سے سخت ضعیف اور نا قابل حجت ہے۔

دلیل 2: سیدنا وائل کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

جواب 1: اس کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جس پر بہت سارے ائمہ نے کلام کیا ہے۔ ائمہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

1: قال البخاری: منکر الحدیث۔ [اس کی حدیث میں نکارت اور اوپرا پن پایا جاتا تھا]

2: قال ابو ذرعة: فی حدیثه خطاء کثیر [اس کی حدیث میں بہت خطاء پائی جاتی ہے]

3: وقال ابو حاتم: کثیر الخطاءو دفن کتبه فکان یحدث من حفظه فکثر خطاء۔ [اس کی خطائیں بہت زیادہ ہیں، اس کی جب کتابیں ضائع ہو گئیں تھیں تو یہ حافظہ کے بل بوتے پر احادیث بیان کرتا تھا تو کثرت سے خطا کرتا تھا]

4: و قال ابو داؤد: یهم فی شئی۔ [کئی ایک چیزوں میں وہم کا شکار تھا]

5: قال ابن حبان ربما اخطاء۔ [خطائیں کرتا تھا]

6: و قال الساجی: کثیر الخطاء و له اوهام [اس کی خطائیں بہت زیادہ ہیں اور وہم کا بھی شکار تھا]

7: قال ابن سعد: کثیر الغلط۔ [کثرت سے غلطیاں کرتا تھا]

8: قال ابن قانع: یخطی [خطاکار تھا]

9: و قال الدار قطنی: کثیر الخطاء [بہت خطائیں کرتا تھا]

10: قال محمد بن نصر المروزی: کان سیئی الحفظ کثیر الغلط [اس کا حافظہ خراب تھا اور یہ کثرت سے غلطیاں کرتا تھا]

(المغنی فی الضعفاء للذهبی ج:2ص:446 ،میزان الاعتدال لذهبی ج:4ص:417،تهذیب التهذیب ج:6 ص:489-490)

11: امام ذہبی نے اس [مؤمل] کو ضعفاء میں ذکر فرمایا ہے (المغنی ج:2ص:446)

12: ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس سند کے بارے میں یہی کہا ہے:"اسنادہ ضعیف لان مؤملا وھو ابن اسماعیل سیئی الحفظ"

(حاشیہ ابن خزیمہ للالبانی ج:1ص:272)

ترجمہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں مومل بن اسماعیل ہے، جو برے حافظہ کا مالک تھا۔

نیز اس کی سند میں ایک راوی حضرت سفیان ثوری بھی ہیں اور حضرت سفیان ثوری خود ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ (فقہ سفیان الثوری ص:561)

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ راوی کا اپنا عمل جب روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔ (المنار مع شرحہ ص190)

لہذا یہ روایت ضعیف، ساقط العمل اور قابلِ ترک ہے۔

دلیل 3: حضرت طاوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں پر رکھ کر سینے پر باندھا کرتے تھے۔

جواب: اللہ جناب کو اپنے مذہب کا علم نصیب فرمائے۔

اولاً۔۔۔ یہ روایت مرسل ہے اور مرسل غیر مقلدین کے ہاں ضعیف ہوتی ہے پھر اسے پیش کرنے کا مقصد؟؟

ثانیاً۔۔۔ اس کی سند میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ دمشقی ہے۔ اس پر بہت سے ائمہ نے زبردست جرح کی ہے۔

1: امام بخاری: عندہ مناکیر [اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں]

2:امام نسائی:لیس بالقوی فی الحدیث [حدیث میں قوی نہیں ہے]

3:امام عقیلی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

4:امام ابن عدی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

5:امام ذہبی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(الضعفاء الصغیر للبخاری ص55،56، الضعفاء والمتروکین للنسائی ص186،الضعفاء الکبیر للعقیلی ج2ص140،الکامل فی الضعفاء ج3ص1113،المغنی فی الضعفاء ج1 ص445 وغیرہ)

پس یہ روایت حد درجہ ضعیف و نا قابل اعتبار ہے۔

ایک عمومی شبہ اور اس کا جواب:

غیر مقلد عموماً ایک شبہ پیش کرتے ہیں کہ آپ [احناف] ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہتے ہیں تو آپ کی عورتیں خلاف سنت نماز پڑھتی ہیں کیونکہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں۔ یہی راگ سلفی صاحب نے بھی الاپا ہے۔

جواب:

مرد و عورت کی نماز میں فرق ہے اور یہ فرق دلائل سے ثابت ہے۔ مردوں کے لیے سنت ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے [دلائل بیان ہو چکے ہیں] اور عورت کے لیے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔ دلیل اس کی اجماعِ امت ہے۔

واضح رہے کہ اہل السنۃ و الجماعۃ چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔ اگر ان میں سے کسی ایک دلیل سے مسئلہ ثابت ہو جائے تو وہ شرعی مسئلہ ہو گا۔ عورت کے بارے میں فقہاء کا اجماع ہے کہ وہ قیام کے وقت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔ چنانچہ علامہ عبد الحئی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا فِیْ حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ السُّنَّۃَ لَھُنَّ وَضْعُ الْیَدَیْنِ عَلَی الصَّدْرِ لِاَنَّھَا مَا اَسْتَرُ لَھَا۔

(السعایۃ ج 2ص156)

ترجمہ: رہا عورتوں کے حق میں [ہاتھ باندھنے کا معاملہ] تو تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کے لیے سنت سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمَرْاَۃُ تَضَعُ [یَدَیْھَا] عَلٰی صَدْرِھَا اِتِّفَاقًا لِاَنَّ مَبْنٰی حَالِھَا عَلَی السَّتْرِ۔

(فتح باب العنایۃ: ج1 ص243 سنن الصلوۃ)

ترجمہ: عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی، اس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے، کیونکہ عورت کی حالت کا دارومدار پردے پر ہے۔

نوٹ:

مرد و عورت کی نماز میں تفصیلی فرق جاننے کے لیے شیخ التفسیر و الحدیث مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ”مرد و عورت کی نماز کے فرق پر تفصیلی جائزہ“ ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام!

آپ نے لا مذہب فرقہ کے شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمالیے اور ان کے مزعومہ ”دلائل“ کا حال بھی دیکھ لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف حضرات کا عمل عین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے اور غیر مقلد حضرات اپنے ”مذہب“ کو ثابت کرنے میں کس قدر ناکام رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین